ٱلْحِجْر Al-Hijr

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

This Surah takes its name *Al-Hijr* from Ayat 80 about the people of Al-Hijr (Thamud) who denied the messengers.

Period of Revelation

It is clear from its topics and style that the period of its revelation is about the same as that of Surah Ibrahim. For two things are quite prominent in its background. First, it appears from the repeated warnings in this Surah that in spite of the fact that the Prophet (peace be upon him) had been propagating the message for many years, his people in general had not shown any inclination towards its

acceptance. Nay, they had become more and more obdurate and stubborn in their antagonism, enmity and ridicule with the passage of time. Secondly, by that time the Prophet (peace be upon him) had begun to feel a little tired of making strenuous efforts to eradicate disbelief and opposition of his people. That is why Allah has consoled and comforted him over and over again by way of encouragement.

Topics and the Central Theme

Though the main topics of the surah are:

1. warning to those who rejected his message, opposed it tooth and nail, and ridiculed him, and
2. Comfort and encouragement to the Prophet (peace be upon him).

It does not mean that this Surah does not contain admonition and instructions. As a matter of fact, the Quran never confines itself to mere warning; rebuke and censure, but resorts to precept in every suitable place. Accordingly, this Surah contains brief arguments for *Tauhid* on the one hand, and admonition in the story of Adam and Satan on the other.

نام

آیت ۸۰ کے فقرے کَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

"مضامین اور اندازِ بیان سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ اس سورۃ کا زمانۂ نزول سورۃ ابراہیم سے متصل ہے۔ اس کے پس منظر میں دو چیزیں بالکل نمایاں نظر آتی ہیں۔ ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دیتے ایک مدّت گزر چکی ہے اور مخاطب قوم کی مسلسل ہٹ دھرمی، استہزاء، مزاحمت اور ظلم و ستم کی حد ہو گئی ہے

، جس کے بعد اب تفہیم کا موقع کم اور تنبیہ کا موقع زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوم کے کفر و جمود اور مزاحمت کے پہاڑ توڑتے توڑتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھکے جا رہے ہیں اور دل شکستگی کی کیفیت بار بار آپ پر طاری ہو رہی ہے، جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دے رہا ہے اور آپ کی ہمت بندھا رہا ہے۔

موضوع اور مرکزی مضمون۔

یہی دو مضمون اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔ یعنی تنبیہ اُن لوگوں کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کر رہے تھے اور آپ صلعم کا مذاق اُڑاتے اور آپ صلعم کے کام میں طرح طرح کی مزاحمتیں کرتے تھے۔ اور تسلی وہمت افزائی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سورہ تفہیم اور نصیحت سے خالی ہے۔ قرآن میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے مجرد تنبیہ، یا خالص زجر و توبیخ سے کام نہیں لیا ہے۔ سخت سے سخت دھمکیوں اور ملامتوں کے درمیان بھی وہ سمجھانے اور نصیحت کرنے میں کمی نہیں کرتا۔ چنانچہ اس سورۃ میں بھی ایک طرف توحید کے دلائل کی طرف مختصر اشارے کیے گئے ہیں، اور دوسری طرف قصہ آدم و ابلیس سنا کر نصیحت فرمائی گئی ہے۔

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
1. Alif. Lam. Ra. These are the verses of the Book and a clear Quran. *1	الٓرٰ۔ یہ ہیں آیات کتاب کی اور قرآن مبین کی۔ *1	الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾

*1 This verse is the brief introduction to the Surah, and immediately after this begins its theme. “These are the verses of the Book and a clear Quran”: These are the verses of that Quran which makes its meaning lucid and understandable.

*1 یہ اس سورۃ کی مختصر تعارفی تمہید ہے جس کے بعد فوراً ہی اصل موضوع پر خطبہ شروع ہو جاتا ہے۔

قرآن کے لیے "مبین" کا لفظ صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات اُس قرآن کی ہیں جو اپنا مدّعا صاف ظاہر کرتا ہے۔

2. Soon will the time come, they will wish, those who disbelieved if they were Muslims.	قریب ہے وقت آرزو کرینگے وہ جنہوں نے کفر کیا کاش ہوتے وہ مسلمان۔	رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾
3. Leave them to eat and enjoy, and let them be distracted by false hope. Soon they will come to know.	چھوڑ دو انہیں کھائیں اور مزے کر لیں اور بہلاوے میں رکھے انکو جھوٹی امید عنقریب وہ جان لینگے۔	ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾
4. And We did not destroy any township but for it there was a known decree. *2	اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی مگر اس کے لئے تھا نوشتہ طے شدہ۔ *2	وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾

*2 This is to refute the fallacious argument of the disbelievers that Muhammad (peace be upon him) was not a true Prophet because they had received no prompt punishment for their disbelief. It is like this: We have never seized a community at the first committal of kufr. We prescribe a limit for every community to hear and understand the message and reform its ways. Then We tolerate its mischief and evil deeds up to that limit and allow it full freedom to do as it likes, and give it respite till the term expires. That is why We are tolerating their attitude of ridicule and denial. (For the full meaning of respite, please refer to E.N. 18 of Surah Ibrahim).

*2 ”مطلب یہ ہے کہ کفر کرتے ہی فوراً تو ہم نے کبھی کسی قوم کو بھی نہیں پکڑ لیا ہے، پھر یہ نادان لوگ کیوں اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ نبی کے ساتھ تکذیب واستہزاء کی جو روش اِنہوں نے اختیار کر رکھی ہے اُس پر چونکہ ابھی تک اِنہیں سزا نہیں دی گئی، اس لیے یہ نبی سرے سے نبی ہی نہیں ہے۔ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ ہم ہر قوم کے لیے پہلے سے طے کر لیتے ہیں کہ اس کو سننے، سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے اِتنی مہلت دی جائے گی، اور اِس حد تک اُس کی شرارتوں اور خباثتوں کے باوجود پورے تحمل کے ساتھ اسے اپنی من مانی کرنے کا موقع دیا جاتا رہے گا۔ یہ مہلت جب تک باقی رہتی ہے۔ اور ہماری مقرر کی ہوئی حد جس وقت تک آ نہیں جاتی، ہم ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ (مہلت عمل کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ ابراہیم حاشیہ نمبر ۱۸)۔

مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾	نہ آگے نکلے گی کوئی امت اپنی مقرر مدت سے اور نہ وہ تاخیر کر سکتے ہیں۔	5. Will not precede any nation its term, nor will they ever postpone it.
وَ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾	اور کہا انہوں نے اے شخص نازل کی گئی ہے جس پر نصیحت *3 یقیناً تو ہے ایک دیوانہ۔ *4	6. And they said: “O you, has been sent down upon whom the admonition, *3 surely you are a mad man.” *4

*3 The word *zikr* literally means “to cause to remember”, “to caution” and “to give advice”. But the Quran has used it as a technical term for “admonition”, which comes as a precept. Thus all the Books that had been sent down to the Messengers were *zikr*, and the Quran is also *zikr*.

*3 ”ذکر“ کا لفظ قرآن میں اصطلاحاً کلام الٰہی کے لیے استعمال ہوا ہے جو سراسر نصیحت بن کے آتا ہے۔ پہلے جتنی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئی تھیں وہ سب بھی ”ذکر“ تھیں اور یہ قرآن بھی ”ذکر“ ہے۔ ذکر کے اصل معنی ہیں ”یاد دلانا“ ”ہوشیار کرنا“ اور ”نصیحت کرنا“۔

*4 This was a sarcastic remark that was made by the opponents, for they did not acknowledge that the admonition had been sent down to the Prophet (peace be upon him): otherwise they could not say that he was insane. What they really meant by this remark was: You, who claim that the admonition has been sent down to you, are insane. A similar remark was also made by Pharaoh concerning Prophet Moses (peace be upon him). Addressing his courtiers, he said: The Messenger who has been sent to you is insane. (Surah Ash-Shuara, Ayat 27).

*4 یہ فقرہ وہ لوگ طنز کے طور پر کہتے تھے۔ اُن کو تو یہ تسلیم ہی نہیں تھا کہ یہ ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ نہ اِسے تسلیم کر لینے کے بعد وہ آپ کو دیوانہ کہہ سکتے تھے۔ دراصل اُن کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ "اے وہ شخص جس کا دعویٰ یہ ہے کہ مجھ پر یہ ذکر نازل ہوا ہے"۔ یہ اُسی طرح کی بات ہے جیسی فرعون نے حضرت موسیٰ کی دعوت سننے کے بعد اپنے درباریوں سے کہی تھی کہ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ، "یہ پیغمبر صاحب جو تم لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، ان کا دماغ درست نہیں ہے"۔

7. Why do you not bring to us the angels if you are among the truthful.	کیوں نہیں لے آتا تو ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو ہے سچوں میں۔	لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٧
8. We do not send down the angels except with truth, and they would not be then those reprieved. *5	نہیں نازل کیا کرتے ہم فرشتوں کو مگر حق کے ساتھ۔ اور نہیں ہونگے وہ اس وقت مہلت پانے والے۔ *5	مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝٨

*5 "We do not send down the angels." We do not send down the angels for the mere fun of it in response to the request of

the people, nor are they sent to unveil the reality before them in order to show to them all the unseen things to which the Messengers invite them to believe. As a matter of fact, angels are sent down on that occasion when it is decreed to pass judgment on sane wicked people. At that time the judgment comes into operation without extending any invitation to the condemned people to accept the message, for their period of respite ends as soon as the reality is unveiled before them. “Except with truth.” They bring down truth with them. That is, they come down to eradicate falsehood and to establish truth in its stead. Or, in other words, it means, they come down to put into force the judgment of Allah.

5*”یعنی فرشتے محض تماشا دکھانے کے لیے نہیں اتارے جاتے کہ جب کسی قوم نے کہا بلاؤ فرشتوں کو اور وہ فوراً حاضر ہوئے۔ نہ فرشتے اِس غرض کے لیے کبھی بھیجے جاتے ہیں کہ وہ آ کر لوگوں کے سامنے حقیقت کو بے نقاب کریں اور پردۂ غیب کو چاک کر کے وہ سب کچھ دکھا دیں جس پر ایمان لانے کی دعوت انبیاء علیہم السلام نے دی ہے۔ فرشتوں کو بھیجنے کا وقت تو وہ آخری وقت ہوتا ہے جب کسی قوم کا فیصلہ چکا دینے کا ارادہ کر لیا جاتا ہے۔ اُس وقت بس فیصلہ چکایا جاتا ہے، یہ نہیں کہا جاتا کہ اب ایمان لاؤ تو چھوڑے دیتے ہیں۔ ایمان لانے کی جتنی مہلت بھی ہے اسی وقت تک ہے جب تک کہ حقیقت بے نقاب نہیں ہو جاتی۔ اُس کے بے نقاب ہو جانے کے بعد ایمان لانے کا کیا سوال۔

”حق کے ساتھ اُترتے ہیں“ کا مطلب ”حق لے کر اُترنا“ ہے۔ یعنی وہ اس لیے آتے ہیں کہ باطل کو مٹا کر حق کو اس کی جگہ قائم کر دیں۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ لے کر آتے ہیں اور اسے نافذ کر کے چھوڑتے ہیں۔

9. Certainly, It is We who have sent down	بیشک ہم نے ہی نازل کی ہے	إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ

the admonition, and certainly We are its guardian. *6	نصیحت اور یقیناً ہم ہیں اسکے نگہبان ۔ *6	اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾

*6 That is, you should note it well that it is We Who have sent down this *zikr*. Thus it is not Our Messenger whom you are calling insane but in fact this abusive remark applies to Us. Moreover, you should know that it is Our Word and We are preserving it. Therefore, you can do no harm to it, nor can you discredit it by your ridicules, taunts and objections, nor can you hamper its progress. Whatever you may do against it, no one will ever be able to change or tamper with it.

*6 یعنی یہ "ذکر" جس کے لانے والے کو تم مجنون کہہ رہے ہو، یہ ہمارا نازل کیا ہوا ہے، اس نے خود نہیں گھڑا ہے۔ اس لیے یہ برا اس کو نہیں ہمیں کہا گیا ہے۔ اور یہ خیال تم اپنے دل سے نکال دو کہ تم اِس "ذکر" کا کچھ بگاڑ سکو گے۔ یہ براہِ راست ہماری حفاظت میں ہے ۔ نہ تمہارے مٹائے مٹ سکے گا، نہ تمہارے دبائے دب سکے گا، نہ تمہارے طعنوں اور اعتراضوں سے اس کی قدر گھٹ سکے گی، نہ تمہارے روکے اس کی دعوت رُک سکے گی، نہ اس میں تحریف اور ردوبدل کرنے کا کبھی کسی کو موقع مل سکے گا۔

10. And surely, We sent messengers before you among the former people.	اور یقیناً بھیجے تھے رسول ہم نے تم سے پہلے پچھلی قوموں میں ۔	وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾
11. And never came to them any messenger except that they did ridicule him.	اور نہیں آیا تھا انکے پاس کوئی رسول مگر وہ اسکے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔	وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾
12. Thus do We make it enter into	اسی طرح ڈالے رکھتے ہیں ہم یہ	كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ

the hearts of the criminals.	دلوں میں مجرموں کے۔	الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۙ﴿۱۲﴾
13. They would not believe in it, *7 and indeed has gone before the way of the former people.	نہیں وہ ایمان لائیں گے اس پر۔ *7اور بیشک پہلے یہی رہا ہے طریقہ پچھلے لوگوں کا۔	لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ‌ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۳﴾

*7 The majority of the translators and commentators are of the opinion that the pronoun "it" Ayat 12, refers to their mockery, occurring in Ayat 11, and in "they would not believe in it" in Ayat 13, refers to the admonition occurring in Ayat 9. Then Ayats 12-13 will be rendered like this: "Thus we cause mockery enter into the hearts of the criminals and they do not believe in the admonition". Though grammatically there is nothing wrong with this version, yet our version of "it" will be better even grammatically. According to this Ayat 12 will mean, when the admonition enters into the hearts of the believers it gives them peace of mind and comfort of heart. But when the same enters into the hearts of the criminals it becomes a hot rod, and burns their minds and hearts.

*7 عام طور پر مترجمین و مفسرین نے نَسۡلُكُهٗ کی ضمیر استہزاء کی طرف اور لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ کی ضمیر ذکر کی طرف پھیری ہے، اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "ہم اسی طرح اس استہزاء کو مجرمین کے دلوں میں داخل کرتے ہیں اور وہ اس ذکر پر ایمان نہیں لاتے"۔ اگرچہ نحوی قاعدے کے لحاظ سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن ہمارے نزدیک نحو کے اعتبار سے بھی زیادہ صحیح یہ ہے کہ دونوں ضمیریں ذکر کی طرف پھیری جائیں۔

سلک کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کو دوسری چیز میں چلانے، گزارنے اور پرونے کے ہیں، جیسے تاگے کو سوئی کے ناکے میں گزارنا۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان کے اندر تو یہ ذکر قلب کی ٹھنڈک اور روح

کی غذا بن کر اترتا ہے، مگر مجرموں کے دلوں میں یہ شتابہ بن کر لگتا ہے اور اُس کے اندر اِسے سن کر ایسی آگ بھڑک اُٹھتی ہے گویا کہ ایک گرم سلاخ تھی جو سینے کے پار ہو گئی۔

وَ لَوۡ فَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِیۡہِ یَعۡرُجُوۡنَ ﴿۱۴﴾	اور اگر کھول دیں ہم ان پر دروازہ آسمان کا پھر وہ لگیں اسمیں چڑھنے۔	**14.** And if We open to them a gate from the heaven then they go on therein to ascend.
لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ﴿۱۵﴾	تو وہ کہیں گے درحقیقت ڈگمگا دی گئی ہیں ہماری آنکھیں نہیں بلکہ ہم ہیں وہ لوگ جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔	**15.** They would say: "In fact, have been dazzled our eyes. Nay, but we are a people bewitched."
وَ لَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ زَیَّنّٰہَا لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۱۶﴾	اور بیشک بنائے ہیں ہم نے آسمان میں بروج *8 اور سجا دیا ہے اسکو دیکھنے والوں کے لئے۔ *9	**16.** And indeed, We have set within the heaven mansions of stars, *8 and We have beautified it for the beholders. *9

*8 In the preceding Ayats 14-15 it was stated that the disbelievers had become so hardened against the Quran that they would not have believed in it even if they had ascended the Heaven and seen with their own eyes the signs mentioned in it. Now in Ayats 16-22, some of the signs are being cited in order to convince there of its truth.

Buruj (mansions of stars) are signs of Allah. For it is not possible to pass through one sphere of the Heaven into another, as each sphere of the space has been fortified by invisible boundaries. In this connection, it may be noted

that literally the Arabic word *burj* means a fortified place, but as a technical term of ancient astronomy this stood for each of the twelve signs of the Zodiac, which marked the sun's path through the heavens. This has led some of the commentators to form the opinion that in this verse the word *buruj* refers to the same. But there are some others who think that it means stars or planets. However, if we consider this word in the context of Ayat 19, we are led to the conclusion that probably it stands for spheres.

8* برج عربی زبان میں قلعے، قصر اور مستحکم عمارت کو کہتے ہیں۔ قدیم علم ہیئت میں "برج" کا لفظ اصطلاحاً اُن بارہ منزلوں کے لیے استعمال ہوتا تھا جن پر سورج کے مدار کو تقسیم کیا گیا تھا۔ اِس وجہ سے بعض مفسرین نے یہ سمجھا کہ قرآن کا اشارہ انھی بروج کیطرف ہے ۔ بعض دوسرے مفسرین نے اس سے مراد سیارے لیے ہیں۔ لیکن بعد کے مضمون پر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اس سے مراد عالم بالا کے وہ خطے ہیں جن میں سے ہر خطے کو نہایت مستحکم سرحدوں نے دوسرے خطے سے جدا کر رکھا ہے۔ اگرچہ یہ سرحدیں فضائے بسیط میں غیر مرئی طور پر کھنچی ہوئی ہیں ، لیکن ان کو پار کر کے کسی چیز کا ایک خطے سے دوسرے خطے میں چلا جانا سخت مشکل ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے ہم بروج کو محفوظ خِطوں (Fortified Spheres) کی معنیٰ میں لینا زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔

***9** **"We have beautified it": We have placed a shining star or planet in each of these spheres and made them look beautiful. In other words, it means; We have not made the boundless universe dismal, desolate and frightful, but so beautiful that one finds marvelous order and harmony in it everywhere, and sights therein are so attractive that each one of these charms hearts and minds. This wonderful structure of the universe is a clear proof of the fact that its Creator is not only Great and All-Wise but is also a perfect**

Artist. The Quran has also stated this aspect of the Creator in Surah As-Sajadah, Ayat 7: (Allah is) that God Who has created in perfect beauty everything He has created.

*9 یعنی ہر خطے میں کوئی نہ کوئی روشن سیارہ یا ستارا رکھ دیا اور اس طرح سارا عالم جگمگا اُٹھا۔ بالفاظ دیگر ہم نے اِس ناپیداکنار کائنات کو ایک بھیانک ڈھنڈار بنا کر نہیں رکھ دیا بلکہ ایسی حسین و جمیل دنیا بنائی جس میں ہر طرف نگاہوں کو جذب کر لینے والے جلوے پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کاریگری میں صرف ایک صانع اکبر کی صنعت اور ایک حکیمِ اجل کی حکمت ہی نظر نہیں آتی ہے، بلکہ ایک کمال درجے کا پاکیزہ ذوق رکھنے والے آرٹسٹ کا آرٹ بھی نمایاں ہے۔ یہی مضمون ایک دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے، اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ "وہ خدا کہ جس نے ہر چیز جو بنائی خوب ہی بنائی"۔(السجدہ، آیت ۷)۔

وَ حَفِظۡنٰہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ۙ ﴿۱۷﴾	اور محفوظ کر دیا ہے ہم نے اسے ہر شیطان سے جو مردود ہے۔ *10	17. And We have guarded it from every devil, accursed. *10

*10 That is, these spheres are so fortified that they are beyond the reach of every Satan, for all Satans including those of jinns, have been confined to that sphere in which the Earth has been placed and they enjoy no more access to visit other spheres than the other dwellers of this sphere. This has been mentioned in order to remove a common misunderstanding. The common people believed, and still believe, that Satan and his descendants have a free access to every place in the universe. On the contrary, the Quran says that Satans cannot go beyond a certain limit and they have no unlimited power of ascension.

*10 یعنی جس طرح زمین کی دوسری مخلوقات زمین کے خطے میں مقید ہیں اُسی طرح شیاطینِ جنّ بھی اِسی خطے میں مقید ہیں، عالم بالا تک اُن کی رسائی نہیں ہے۔ اِس سے دراصل لوگوں کی اُس عام غلط فہمی کو دور

کرنا مقصود ہے جس میں پہلے بھی عوام الناس مبتلا تھے اور آج بھی ہیں۔ وہ یہ کہ شیطان اور اس کی ذریت کے لیے ساری کائنات کھلی پڑی ہے، جہاں تک وہ چاہیں پرواز کر سکتے ہیں۔ قرآن اس کے جواب میں بتاتا ہے کہ شیاطین ایک خاص حد سے آگے نہیں جا سکتے، انہیں غیر محدود پرواز کی طاقت ہرگز نہیں دی گئی ہے۔

اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۸﴾	مگر جو کوئی چوری سے سننا چاہے *11 تو پیچھے لپکتا ہے اسکے ایک روشن انگارہ۔ *12	18. Except him who steals the hearing, *11 he is then pursued by a clear flaming fire. *12

*11 This is the answer to the false claim of the soothsayers, diviners, hermits, conjurers and the like who pretended to receive communications from the Heaven. The Quran says that in fact they do not possess any means of obtaining information about unseen things. Satans, however, try to eaves-drop because they are by nature more like angels than human beings, but in reality, they succeed in obtaining very little information about it.

*11 یعنی وہ شیاطین جو اپنے اولیاء کو غیب کی خبریں لا کر دینے کی کوشش کرتے ہیں، جن کی مدد سے بہت سے کاہن، جوگی، عامل اور فقیر نما بہروپیے غیب دانی کا ڈھونگ رچایا کرتے ہیں، اُن کے پاس حقیقت میں غیب دانی کے ذرائع بالکل نہیں ہیں۔ وہ کچھ سن گن لینے کی کوشش ضرور کرتے ہیں، کیونکہ اُن کی ساخت انسانوں کی بہ نسبت فرشتوں کی ساخت سے کچھ قریب تر ہے، لیکن فی الواقع اُن کے پلے کچھ پڑتا نہیں ہے۔

*12 In Arabic the word *shihab-i-mubin* literally means a fiery flame. In Surah As-Saffaat, Ayat 10, the same thing has been called *shihab-i-thaqib* (flame that pierces through darkness). This may or may not necessarily be a meteor for it is just possible that it may be some type of rays such as cosmic rays or even a stronger type which we have not been able to discover as yet. Anyhow, if the fiery flame that

pursues Satans may be taken to be a meteor, a countless number of these can form a fortification around our sphere of the universe. Scientific observations made with the help of the telescope have shown that billions of these meteors are rushing from space in a mass of rainfall.

12* ”شہاب مبین“ کے لغوی معنی ”شعلۂ روشن“ کے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں اس کے لیے ”شہابِ ثاقب“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی ”تاریکی کو چھیدنے والا شعلہ“۔ اِس سے مراد ضروری نہیں کہ وہ ٹوٹنے والا تارا ہی ہو جسے ہماری زبان میں اصطلاحاً شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اور کسی قسم کی شعاعیں ہوں، مثلاً کائناتی شعاعیں (cosmic rays) یا ان سے بھی شدید کوئی اور قسم جو ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہی شہابِ ثاقب مراد ہوں جنہیں کبھی کبھی ہماری آنکھیں زمین کی طرف گرتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مشاہدات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دوربین سے دکھائی دینے والے شہابِ ثاقب جو فضائے بسیط سے زمین کی طرف آتے نظر آتے ہیں، اُن کی تعداد کا اوسط ۱۰ کھرب روزانہ ہے، جن میں سے دو کروڑ کے قریب ہر روز زمین کے بالائی خطے میں داخل ہوتے ہیں اور بمشکل ایک زمین کی سطح تک پہنچتا ہے۔ اُن کی رفتار بالائی فضا میں کم و بیش ۲۶ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے اور بسا اوقات ۵۰ میل فی سیکنڈ تک دیکھی گئی ہے۔ بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ برہنہ آنکھوں نے بھی ٹوٹنے والے تاروں کی غیر معمولی بارش دیکھی ہے۔ چنانچہ یہ چیز ریکارڈ پر موجود ہے کہ ۱۳ نومبر ۱۸۳۳ء کو شمالی امریکہ کے مشرقی علاقے میں صرف ایک مقام پر نصف شب سے لے کر صبح تک ۲ لاکھ شہابِ ثاقب گرتے ہوئے دیکھے گئے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ۱۹۴۶ء۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۹-۳۳۷)۔ ہو سکتا ہے کہ یہی بارش عالم بالا کی طرف شیاطین کی پرواز میں مانع ہوتی ہو، کیونکہ زمین کے بالائی حدود سے گزر کر فضائے بسیط میں ۱۰ کھرب روزانہ کے اوسط سے ٹوٹنے والے تاروں کی برسات اُن کے لیے اس فضا کو بالکل ناقابلِ عبور بنا دیتی ہوگی۔

اِس سے کچھ اُن ”محفوظ قلعوں“ کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے جن کا ذکر اُوپر ہوا ہے۔ بظاہر فضا بالکل صاف شفاف ہے جس میں کہیں کوئی دیوار یا چھت بنی نظر نہیں آتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اِسی فضا میں مختلف خطوں کو کچھ ایسی غیر مرئی فصیلوں سے گھیر رکھا ہے جو ایک خطے کو دوسرے خطوں کی آفات سے محفوظ رکھتی

ہیں۔ یہ انہی فصیلوں کی برکت ہے کہ جو شہاب ثاقب دس کھرب روزانہ کے اوسط سے زمین کی طرف گرتے ہیں وہ سب جل کر بھسم ہو جاتے اور بمشکل ایک زمین کی سطح تک پہنچ سکتا ہے۔ دنیا میں شہابی پتھروں (Meteorites) کے جو نمونے پائے جاتے ہیں اور دنیا کے عجائب خانوں میں موجود ہیں ان میں سب سے بڑا ۶۴۵ پونڈ کا ایک پتھر ہے جو گر کر ۱۱ فیٹ زمین میں دھنس گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک مقام پر ۳۶ ٹن کا ایک آہنی تودہ بھی پایا گیا ہے جس کے وہاں موجود ہونے کی کوئی توجیہ سائنس داں اس کے سوا نہیں کر سکے ہیں کہ یہ بھی آسمان سے گرا ہوا ہے۔ قیاس کیجیے کہ اگر زمین کی بالائی سرحدوں کو مضبوط حصاروں سے محفوظ نہ کر دیا گیا ہوتا تو اِن ٹوٹنے والے تاروں کی بارش زمین کا کیا حال کر دیتی۔ یہی حصار ہیں جن کو قرآن مجید نے "بروج" (محفوظ قلعوں) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَ اَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ﴿۱۹﴾	اور زمین کہ پھیلادیا ہے ہم نے اسکو اور ڈال دیئے ہم نے اس پر پہاڑ اور اگائی ہم نے اس میں ہر ایک چیز مناسب مقدار سے۔ *13	19. And the earth, We have spread it out, and We have placed therein firm mountains, and We have caused to grow therein of all kinds of things in due proportion. *13

*13 The growth of every kind of plant in a limited extent is another sign of the wisdom and power of Allah. For the generative power of every vegetable plant is so great that if free growth had been allowed to even one kind of plant, it would have covered the whole surface of the earth. But it is by the design of the All-Wise and All-Powerful Creator that every kind of vegetable is produced in a balanced measure. There is another aspect of the vegetable life. Each and every kind of it is allowed to grow only to a fixed size, height, and thickness, which is a proof of the fact that the Creator

himself prescribed the structure, the shape, the size, the height, the leaves and branches, and the number of each and every plant, and no plant is allowed to go beyond any of these fixed limits.

*13 اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے ایک اور اہم نشان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ نباتات اور ہر نوع میں تناسل کی اِس قدر زبردست طاقت ہے کہ اگر اس کے صرف ایک پودے ہی کی نسل کو زمین میں بڑھنے کا موقع مل جاتا تو چند سال کے اندر روئے زمین پر بس وہی وہ نظر آتی، کسی دوسری قسم کی نباتات کے لیے کوئی جگہ نہ رہتی ۔ مگر یہ ایک حکیم اور قادرِ مطلق کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے مطابق بے حد و حساب اقسام کی نباتات اِس زمین پر اُگ رہی ہیں اور ہر نوع کی پیداوار اپنی ایک مخصوص حد پر پہنچ کر رُک جاتی ہے ۔ اِسی منظر کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ہر نوع کی جسامت ، پھیلاؤ، اٹھان اور نشوونما کی ایک حد مقرر ہے جس سے نباتات کی کوئی قسم بھی تجاوز نہیں کر سکتی ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ہر درخت ، ہر پودے اور ہر بیل بوٹے کے لیے جسم ، قد، شکل ، برگ و بار اور پیداوار کی ایک مقدار پورے ناپ تول اور حساب و شمار کے ساتھ مقرر کر رکھی ہے ۔

20. And We have made for you therein means of livelihood, and for those, you are not for whom providers.	اور بنائے ہمنے تمہارے لئے اس میں سامان معاش اور انکے لئے نہیں ہو تم جنکے رازق ۔	وَ جَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ وَ مَنۡ لَّسۡتُمۡ لَہٗ بِرٰزِقِیۡنَ ﴿۲۰﴾
21. And there is not any thing, but with Us are its treasuries. And We do not send it down except in an appointed measure. *14	اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس ہیں اسکے خزانے ۔ اور نہیں نازل کرتے ہم اسکو مگر ایک طے شدہ مقدار میں ۔ *14	وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾

*14 This is to bring home the fact that it is not vegetable life alone that has a fixed limit to its growth, etc. The same is true of everything that exists, whether it be air, water, light, heat, cold, mineral, vegetable, animal or power or energy, in short, each and every thing exists in the prescribed quantity, number, etc. which neither decreases nor increases. It is this determined course in each and every thing which has produced appropriate balance and proportion in the entire system of the universe to such a perfection that one is led to the inevitable conclusion that the whole thing has been designed by its All-Wise Creator. For, had the universe come into existence by mere accident or had it been created by many gods, it was impossible to have such a perfect balance and appropriate proportion with perpetual consistence in so many different things and powers.

*14 یہاں اس حقیقت پر متنبہ فرمایا کہ یہ معاملہ صرف نباتات ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام موجودات کے معاملہ میں عام ہے ۔ ہوا، پانی ، روشنی ، گرمی ، سردی ، جمادات ، نباتات ، حیوانات ، غرض ہر چیز، ہر نوع ، ہر جنس ، اور ہر قوت و طاقت کے لیے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہے اور ایک مقدار ہے جس سے نہ وہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے۔ اسی تقدیر اور کمال درجہ کی حکیمانہ تقدیر ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک پورے نظام کائنات میں یہ توازن ، یہ اعتدال ، اور یہ تناسب نظر آرہا ہے ۔ اگر یہ کائنات ایک اتفاقی حادثہ ہوتی، یا بہت سے خداؤں کی کاریگری و کارفرمائی کا نتیجہ ہوتی تو کس طرح ممکن تھا کہ بے شمار مختلف اشیاء اور قوتوں کے درمیان ایسا مکمل توازن وتناسب قائم ہوتا اور مسلسل قائم رہ سکتا؟

22. And We sent the winds loaded, then We sent down from the sky water, then	اور ہم نے بھیجیں ہوائیں لدی ہوئی پھر برسایا ہمنے آسمان سے پانی	وَ اَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

We gave you drink from it. And you are not its retainers.	پھر پلایا اسے ہم نے تمکو۔ اور نہیں ہو تم اسکو جمع کرکے رکھنے والے۔	فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾
23. And certainly We, We it is who give life, and cause death, and We are the Inheritors. *15	اور یقیناً ہم ہی ہیں جو حیات بخشتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ *15	وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾

*15 It is to impress this: Your worldly life and all you possess are transitory and temporary, and Allah alone is Eternal. Your end shall come sooner or later, and you shall leave everything behind in this world, which will again become a part of Our treasure.

*15 یعنی تمہارے بعد ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔ تمہیں جو کچھ بھی ملا ہوا ہے محض عارضی استعمال کے لیے ملا ہوا ہے۔ آخر کار ہماری دی ہوئی ہر چیز کو یونہی چھوڑ کر تم خالی ہاتھ رخصت ہو جاؤ گے اور یہ سب چیزیں جوں کی توں ہمارے خزانے میں رہ جائیں گی۔

24. And certainly, We know the preceding among you, and certainly We know those coming later.	اور یقیناً ہمکو معلوم ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں تم میں اور یقیناً ہمکو معلوم ہیں بعد میں آنے والے۔	وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾
25. And indeed, your Lord, it is He who will gather them. Indeed, He is All Wise, All Knowing. *16	اور یقیناً تیرا رب ہی جمع کرے گا ان سب کو۔ یقیناً وہ ہے بڑی حکمت والا خبردار۔ *16	وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

*16 “He is All-Wise”, therefore His Wisdom demands that He should gather the entire mankind and reward or punish each individual in accordance with his deeds. And “He is All-Knowing”, therefore no individual, whosoever he may be, can escape from Him. As each and every particle of each and every individual is in His knowledge, He is able to bring entire mankind to life in the Hereafter. Thus anyone who denies life in the Hereafter is really ignorant of the Wisdom of Allah; and anyone who considers it impossible that those particles of the human body, which were all scattered about, could again be brought together in the form of the body that was alive, is ignorant of the All Comprehensive knowledge and power of Allah.

*16 یعنی اُس کی حکمت یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ سب کو اکٹھا کرے اور اس کا علم سب پر اس طرح حاوی ہے کہ کوئی متنفس اُس سے چھوٹ نہیں سکتا، بلکہ کسی اگلے پچھلے انسان کی خاک کا کوئی ذرّہ بھی اُس سے گم نہیں ہو سکتا۔ اِس لیے جو شخص حیاتِ اُخروی کو مستبعد سمجھتا ہے وہ خدا کی صِفت حکمت سے بے خبر ہے، اور جو شخص حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ ”جب مرنے کے بعد ہماری خاک کا ذرّہ ذرّہ منتشر ہو جائے گا تو ہم کیسے دوبارہ پیدا کیے جائیں گے“ وہ خدا کی صفتِ علم کو نہیں جانتا۔

26. And indeed, We created man from sounding clay, from black mud, molded. *17	اور بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی مٹی کے سیاہ گارے سے گوندھی ہوئی۔ *17	وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۚ ﴿۲۶﴾

*17 The Arabic word *salsal* means the dried clay which produces a sound like pottery. *Hams* is the black mud which has become so rotten as to be in a fermented state. *Masnun* has a double meaning: (a) rotten clay which has become

greasy, (b) clay which has been molded into a shape. It is clear from the wording of the text that at first the image of man was made of clay from rotten earth and when it dried up, soul was breathed into it. Thus the Quran positively refutes the Darwinian theory of evolution that man came into existence after passing through continuous genetic adaptations. It will, therefore, be a futile attempt, as some modernized commentators have done, to prove that theory from the Quran.

*17 یہاں قرآن اِس امر کی صاف تصریح کرتا ہے کہ انسان حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہوا بشریت کے حدود میں نہیں آیا ہے، جیسا کہ نئے دَور کے ڈارونییت سے متاثر مفسرینِ قرآن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ اُس کی تخلیق کی ابتداء براہِ راست ارضی مادّوں سے ہوئی ہے جن کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ حَمَاٍ عربی زبان میں ایسی سیاہ کیچڑ کو کہتے ہیں جس کے اندر بُو پیدا ہو چکی ہو، یا بالفاظِ دیگر خمیر اُٹھ آیا ہو۔ مسنون کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی ہیں متغیر، منتن اور املس، یعنی ایسی سڑی ہوئی جس میں سڑنے کی وجہ سے چکنائی پیدا ہو گئی ہو۔ دوسرے معنی میں مصوّر اور مصبوب، یعنی قالب میں ڈھلی ہوئی جس کو ایک خاص صورت دے دی گئی ہو۔ صلصال اُس سوکھے گارے کو کہتے ہیں جو خشک ہو جانے کے بعد بجنے لگے۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خمیر سے اُٹھی ہوئی مٹی کا ایک پتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہوا اور پھر اس کے اندر رُوح پھونکی گئی۔

وَ الۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾	اور جنات کہ پیدا کیا ہمنے انکو پہلے آگ کے دھوئیں کی لپٹ سے۔ *18	27. And the jinn, We created them before, from the fire of a scorching wind. *18

*18 As *samum* is not wind, *nar-i-samum* will mean flame of intense heat and not of fire. This is the explanation of those passages in which it has been stated that jinns have been

created from fire.

*18 سموم گرم ہوا کو کہتے ہیں ، اور نار کو سموم کی طرف نسبت دینے کی صورت میں اُس کے معنیٰ آگ کے بجائے تیز حرارت کے ہوجاتے ہیں۔ اِس سے اُن مقامات کی تشریح ہو جاتی ہے جہاں قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جنّ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، الرحمٰن ، حواشی ۱۴، ۱۵، ۱۶)۔

28. And when said your Lord to the angels: "Indeed I will create a man from sounding clay, from black mud, molded."	اور جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ یقیناً میں بنانے والا ہوں ایک بشر کھنکھناتی مٹی کے سیاہ گارے سے گوندھی ہوئی۔	وَ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِـقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۲۸
29. "So when I have fashioned him and have breathed into him of My Spirit, *19 then fall down, to him in prostration."	توجب اسکو درست کرلوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح *19 تو گر پڑنا اسکے لئے سجدے میں۔	فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ۲۹

*19 "And have breathed into him of My Spirit" means when I have cast a reflection of My divine characteristics on him. This shows that the soul of man implies life, knowledge, power, will, discretion and other human characteristics in the aggregate. These are in reality a slight reflection of divine characteristics that has been cast on the human body, which was originally created from dried clay. And it is this divine reflection on the human body which has raised him to the position of the vicegerent of Allah and made him that worthy being before whom angels and every earthly thing should bow down.

As a matter of fact, the source of each characteristic of everything is one divine characteristic or the other, as is borne by a tradition: Allah divided mercy into one hundred parts: then He reserved ninety-nine parts for Himself and sent down the remaining one part to the earth. It is because of that one part that the creatures show mercy to one another. So much so that it is due to this that an animal refrains from placing the hoof on its young ones.

In this connection one has to be on strict guard against the notion that the possession of a part of any divine characteristic amounts to the possession of a part of Godhead. This is because Godhead is absolutely beyond the reach of each and every creation.

19* اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے وہ دراصل صفاتِ الہٰی کا ایک عکس یا پرتو ہے ۔ حیات، علم، قدرت، ارادہ، اختیار اور دوسری جتنی صفات انسان میں پائی جاتی ہیں ، جن کے مجموعہ کا نام روح ہے، یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کا ایک ہلکا سا پرتو ہے جو اس کا جسد خاکی پر ڈالا گیا ہے ، اور اسی پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر خدا کا خلیفہ اور ملائکہ سمیت تمام موجودات ارضی کا مسجود قرار پایا ہے۔ یوں تو ہر صفت جو مخلوقات میں پائی جاتی ہے، اس کا مصدر و منبع اللہ تعالیٰ ہی کی کوئی نہ کوئی صفت ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جَعَلَ اللہُ الرَّحْمَۃَ مِأَۃَ جُزْءٍ فَاَمْسَکَ عِنْدَہٗ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ وَاَنْزَلَ فِی الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِکَ الْجُزْءِ یَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰی تَرْفَعُ الدَّآبَّۃُ حَافِرَھَا عَنْ وَّلَدِھَا خَشْیَۃَ اَنْ تُصِیْبَہٗ (بخاری و مسلم)۔ ”اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو حصوں میں تقسیم فرمایا، پھر ان میں سے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ زمین میں اُتارا۔ یہ اُسی ایک حصے کی برکت ہے کہ جس کی وجہ سے مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں یہاں تک کہ اگر جانور اپنے بچے پر سے اپنا کھر اُٹھاتا ہے تاکہ اُسے ضرر نہ پہنچ جائے، تو یہ بھی دراصل اُسی حصہ رحمت کا اثر ہے“۔ مگر جو چیز انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جس

جامعیت کے ساتھ اللہ کی صفات کا پرتو اس پر ڈالا گیا ہے اس سے کوئی دوسری مخلوق سرفراز نہیں کی گئی۔
یہ ایک ایسا باریک مضمون ہے جس کے سمجھنے میں ذرا سی غلطی بھی آدمی کر جائے تو اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ صفاتِ الٰہی میں سے ایک حصہ پانا الوہیت کا کوئی جزء پالینے کا ہم معنی ہے ۔ حالانکہ الوہیت اس سے وراء الوراء ہے کہ کوئی مخلوق اس کا ایک ادنیٰ شائبہ بھی پا سکے۔

30. So fell prostrate the angels, all of them together.	تو سجدے میں گر پڑے فرشتے سب کے سب اکھٹے ۔	فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۙ﴿۳۰﴾
31. Except Iblis. He refused to be with those who prostrated. *20	سوائے ابلیس کے۔انکار کیا اس نے کہ وہ ہوتا سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔ *20	اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۱﴾

*20 Please compare this passage (Ayats 30-43) with Surah Al-Baqarah, Ayats 30-39; Surah An-Nisa, Ayats 117-120; and Surah Al-Aaraf, Ayats 11-25 and also refer to E.Ns appended to these Ayats.

*20 تقابل کے لیے سورۂ بقرہ رکوع ۴، سورۃ النساء، رکوع ۱۸، اور سورۂ الاعراف، رکوع ۲، پیشِ نظر رہے۔ نیز ہمارے اُن حواشی پر بھی ایک نگاہ ڈال لی جائے جو اِن مقامات پر لکھے گئے ہیں۔

32. He said: “O Iblis, what is with you that you are not with those who prostrate.”	فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھے کہ نہ ہوا تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ۔	قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَـكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۲﴾
33. He said: “Never would I prostrate to a man whom You created from sounding clay, from black mud, molded.”	اسنے کہا نہیں میں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو بنایا تو نے جس کو کھنکھناتی مٹی کے سیاہ گارے سے گوندھی ہوئی۔	قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾

34. He said: "Then get out from here. Indeed, you are rejected."	فرمایا تو نکل جا یہاں سے بیشک تو ہے مردود۔	قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ۙ ﴿۳۴﴾
35. And indeed, shall be upon you the curse until the Day of Recompense.	اور یقیناً ہوگی تجھ پر لعنت جزا و سزا کے دن تک۔	وَّ اِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۳۵﴾

*21 That is, you shall remain accursed up to the Resurrection. Then you shall be punished for your disobedience on the Day of Judgment.

*21 یعنی قیامت تک تو ملعون رہے گا، اسکے بعد جب روزِ جزا قائم ہوگا تو پھر تجھے تیری نافرمانیوں کی سزا دی جائے گی۔

36. He said: "My Lord, then reprieve me until the day they will be resurrected."	اس نے کہا میرے رب مہلت دے مجھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے۔	قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۳۶﴾
37. He said: "So indeed, you are of those reprieved."	فرمایا بیشک تو مہلت دیے جانیوالوں میں ہے۔	قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ۙ ﴿۳۷﴾
38. "Until the Day of the time well known."	اسدن تک جسکا وقت معلوم ہے۔	اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۳۸﴾
39. He said: "My Lord, because You have sent me astray, indeed I shall adorn for them on the earth, and I shall	اس نے کہا میرے رب چونکہ بھٹکا دیا ہے تو نے مجھے میں ضرور آرائش کروں گا انکے لئے زمین میں اور ضرور بھکاؤں گا انہیں	قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَۙ ﴿۳۹﴾

indeed mislead them all together.” *22	سب کو اکھٹے۔ *22	

*22 That is, thou hast beguiled me by commanding me to bow down before a creature who is inferior to me: for it is obvious that I could not obey such an order. Therefore, I will now beguile them and disobey Thee. In other words, Iblis meant to say: I will make the worldly life, its enjoyments and its transitory benefits so alluring for man that he will forget the responsibilities of the vicegerent of Allah, and that he shall have to render his account in the Hereafter. They will also forget Thee and will disobey Thee, even though they would profess to remember Thee.

*22 یعنی جس طرح تونے اِس حقیر اور کم تر مخلوق کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر مجھے مجبور کر دیا کہ تیرا حکم نہ مانوں، اسی طرح اب میں ان انسانوں کے لیے دنیا کو ایسا دلفریب بنا دوں گا کہ یہ سب اُس سے دھوکا کھا کر تیرے نافرمان بن جائیں گے۔ بالفاظِ دیگر ابلیس کا مطلب یہ تھا کہ میں زمین کی زندگی اور اُس کی لذتوں اور اس کے عارضی فوائد و منافع کو انسان کے لیے ایسا خوشنما بنا دوں گا کہ وہ خلافت اور اس کی ذمہ داریوں اور آخرت کی باز پرس کو بھول جائیں گے اور خود تجھے بھی یا تو فراموش کر دیں گے، یا تجھے یاد رکھنے کے باوجود تیرے احکام کی خلاف ورزیاں کریں گے۔

40. “Except your slaves among them, sincere.”	مگر جو تیرے بندے ہیں ان میں مخلص۔	إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾
41. He said: “This is the path to Me, straight.” *23	فرمایا کہ یہی ہے راستہ مجھ تک سیدھا۔ *23	قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾

*23 This verse (41) may have another meaning: This is the right thing: I also will stick to this.

*23 هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک معنی وہ ہیں جو ہم نے ترجمہ میں بیان کیے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ھٰذَا طَرِیْقٌ حَقٌّ عَلَیَّ اَنْ اُرَاعِیَہٗ، یعنی یہ بات درست ہے، میں بھی اس کا پابند رہوں گا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾	بیشک میرے بندے کہ نہیں تجھے انپر قدرت مگر جو تیری اطاعت کرے گمراہوں میں سے۔ *24	42. "Certainly My slaves, none would you have over them authority, except those who follow you from among the misguided." *24

*24 This verse (42) also may have another meaning: You will have no power over My servants (common people) to force them to disobey Me. However, We will give freedom of action to those who will willingly or deliberately follow you, and we will not forcibly prevent them from your way, if they intended to follow you.

According to the first rendering, these verses will mean this: The way followed by My sincere servants is the only straight way to reach Me. Satan will have no power over those people who follow it, for I will choose them to be My own servants. Satan himself admitted that he will not be able to entice them. On the contrary, he will succeed in beguiling those people who themselves will deviate from the way of obedience. They will then wander farther and farther away following his temptations and allurements.

According to the second meaning, the passage will mean this: When Satan challenged that he would beguile people from the way of Allah by making this worldly life very

tempting to them, Allah accepted his challenge but made it clear to him that he was being allowed only to beguile people with temptation, but was not being given any power to force them to deviate from the right way. At this, Satan clarified that his challenge did not apply to those people whom Allah will choose for Himself. As this exception might have led to a misunderstanding that Allah may choose any people for Himself to keep them safe and secure from the reach of Satan, Allah clarified it, saying: Only that person will follow you, who himself will deviate from the right way. As a corollary to this, that person, who will not deviate from the right way will not follow you, and will, thus become Our servant, whom We will choose for Ourself.

24* "اس فقرے کے بھی دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو ترجمے میں اختیار کیا گیا ہے ۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ میرے بندوں (یعنی عام انسانوں) پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا کہ تو اُنہیں زبردستی نافرمان بنا دے، البتہ جو خود ہی بہکے ہوئے ہوں اور آپ ہی تیری پیروی کرنا چاہیں اُنہیں تیری راہ پر جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا، انہیں ہم زبردستی اس سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں گے۔

پہلے معنی کے لحاظ سے مضمون کا خلاصہ یہ ہوگا کہ بندگی کا طریقہ اللہ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے، جو لوگ اِس راستے کو اختیار کر لیں گے اُن پر شیطان کا بس نہ چلے گا، اُنہیں اللہ اپنے لیے خالص فرما لے گا اور شیطان خود بھی اقراری ہے کہ وہ اُس کے پھندے میں نہ پھنسیں گے۔ البتہ جو لوگ خود بندگی سے منحرف ہو کر اپنی فلاح و سعادت کی راہ گم کر دیں گے وہ ابلیس کے ہتھے چڑھ جائیں گے اور پھر جدھر جدھر وہ انہیں فریب دے کر لے جانا چاہے گا، وہ اس کے پیچھے بھٹکتے اور دُور سے دور تر نکلتے چلے جائیں گے۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے اِس بیان کا خلاصہ یہ ہوگا: شیطان نے انسانوں کو بہکانے کے لیے اپنا طریق کار یہ بیان کیا کہ وہ زمین کی زندگی کو اُس کے لیے خوشنما بنا کر انہیں خدا سے غافل اور بندگی کی راہ سے منحرف کرے

گا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شرط میں نے مانی، اور مزید توضیح کرتے ہوئے یہ بات
بھی صاف کر دی کہ تجھے صرف فریب دینے کا اختیار دیا جا رہا ہے، یہ اقتدار نہیں دیا جا رہا کہ تو ہاتھ پکڑ کر اُنہیں
زبردستی اپنی راہ پر کھینچ لے جائے۔ شیطان نے اپنے نوٹس سے اُن بندوں کو مستثنیٰ کیا جنہیں اللہ اپنے لیے
خالص فرمالے۔ اس سے یہ غلط فہمی مترشح ہو رہی تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ بغیر کسی معقول وجہ کے یونہی جس کو
چاہے گا خالص کر لے گا اور وہ شیطان کی دستِ رس سے بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر بات صاف کر
دی کہ جو خود بہکا ہوا ہو گا وہی تیری پیروی کرے گا۔ بالفاظِ دیگر جو بہکا ہوا نہ ہو گا وہ تیری پیروی نہ کرے گا اور
وہی ہمارا وہ مخصوص بندہ ہو گا جسے ہم خالص اپنا کر لیں گے۔

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۙ ﴿۴۳﴾	اور بیشک جہنم ہے ان کے وعدے کی جگہ سب کی اکھٹی۔ *25	43. "And certainly, Hell is the promised place for them all together." *25

*25 In order to comprehend the purpose for which the story of Prophet Adam and Satan has been related here, we should keep in mind the context in which this has occurred. In the preceding verses (1-25), it has been stated that the disbelievers were following the ways of deviation that would lead them to perdition. This story has been related to warn them that the ways they were following were the ways of Satan, their eternal enemy, so as to say: You should realize the consequences of following Satan, who has enticed you in this snare, and is leading you to the lowest depths of degradation because of this enmity and envy. In contrast to this, Our Prophet is doing his utmost to free you from his snare and lead you to the height of success, which as a man you should desire to achieve. But it is a pity that you are regarding your enemy (Satan) as your friend, and your

friend (Our Prophet) as your enemy.

Secondly, the story also makes quite clear to them this thing: There is only one way of salvation and that is the way of obedience to Allah. If you discard this way, every other way will be a way of Satan which will take you directly to Hell.

Then this story is meant to bring home to them this fact: You yourselves are responsible for your wrong deeds and not Satan; for, the most he can do is to beguile you from the obedience of Allah and hold temptations before you. It is, therefore, your own concern and responsibility to be beguiled or not to be beguiled by Satan.

*25 "اس جگہ یہ قصہ جس غرض کے لیے بیان کیا گیا ہے اسے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سیاق وسباق کو واضح طور پر ذہن میں رکھا جائے ۔ پہلے اور دوسرے رکوع کے مضمون پر غور کرنے سے یہ بات صاف سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس سلسلۂ بیان میں آدم و ابلیس کا یہ قصہ بیان کرنے سے مقصود کفار کو اِس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ تم اپنے ازلی دشمن شیطان کے پھندے میں پھنس گئے ہو اور اُس پستی میں گرے چلے جا رہے ہو جس میں وہ اپنے حسد کی بنا پر تمہیں گرانا چاہتا ہے۔ اِس کے برعکس یہ نبی تمہیں اُس کے پھندے سے نکال کر اُس بلندی کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہا ہے جو دراصل انسان ہونے کی حیثیت سے تمہارا فطری مقام ہے۔ لیکن تم عجیب احمق لوگ ہو کہ اپنے دشمن کو دوست، اور اپنے خیر خواہ کو دشمن سمجھ رہے ہو۔

اِس کے ساتھ یہ حقیقت بھی اِسی قصہ سے اُن پر واضح کی گئی ہے کہ تمہارے لیے راہِ نجات صرف ایک ہی ہے، اور وہ اللہ کی بندگی ہے ۔ اِس راہ کو چھوڑ کر تم جس راہ پر بھی جاؤ گے وہ شیطان کی راہ ہے جو سیدھی جہنم کی طرف جاتی ہے۔

تیسری بات جو اِس قصے کے ذریعہ سے ان کو سمجھائی گئی ہے، یہ ہے کہ اپنی اس غلطی کے ذمہ دار تم خود ہو۔ شیطان کا کوئی کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ ظاہر حیات دنیا سے تم کو دھوکا دے کر تمہیں بندگی کی راہ

سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے، اُس سے دھوکا کھانا تمہارا اپنا فعل ہے جس کی کوئی ذمہ داری تمہارے اپنے سوا کسی اور پر نہیں ہے۔

(اس کی مزید توضیح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ ابراہیم، آیت ۲۲ و حاشیہ نمبر ۳۱)۔

لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ﴿۴۴﴾

اسکے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لئے ان میں سے حصہ ہے تقسیم شدہ۔ *26

44. In it seven gates. To each gate, of them a portion has been designated. *26

*26 Sinners will be divided into different groups in accordance with their different sins for their entry into Hell from seven different gates specified for each different sin. For instance, the group of atheists shall enter into Hell by one of the seven gates specified for their group. Likewise, mushriks, hypocrites, self-seekers, sensualists, tyrants, propagandists and leaders of disbelief etc. shall each enter into Hell through the gates specified for their group.

*26 جہنم کے یہ دروازے اُن گمراہیوں اور معصیتوں کے لحاظ سے ہیں جن پر چل کر آدمی اپنے لیے دوزخ کی راہ کھولتا ہے۔ مثلاً کوئی دہریت کے راستے سے دوزخ کی طرف جاتا ہے، کوئی شرک کے راستہ سے، کوئی نفاق کے راستہ سے، کوئی نفس پرستی اور فسق و فجور کے راستہ سے، کوئی ظلم و ستم اور خلق آزاری کے راستہ سے، کوئی تبلیغِ ضلالت اور اقامتِ کفر کے راستہ سے، اور کوئی اشاعتِ فحشاء و منکر کے راستہ سے۔

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوۡنٍ ؕ ﴿۴۵﴾

بیشک متقی *27 ہونگے باغوں میں اور چشموں میں۔

45. Indeed, the righteous*27 will be amid gardens and springs.

*27 The righteous people are those who did not follow Satan but feared Allah and lived lives of obedience to Him.

*27 یعنی وہ لوگ جو شیطان کی پیروی سے بچے رہے ہوں اور جنھوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے عبدیت کی زندگی بسر کی ہو۔

46. "Enter therein, in peace, security."	داخل ہو جاؤ انمیں سلامتی امن سے۔	اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ ﴿۴۶﴾
47. And We shall remove whatever is in their breasts of rancor. *28 As brothers, on raised couches, sitting facing each other. *29	اور نکال دیں گے ہم جو ہوگی انکے سینو ں میں کوئی کدورت *28 بھائیوں کی طرح مسندوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہونگے *29 ۔	وَ نَزَعۡنَا مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۴۷﴾

*28 That is, if any spite might have been caused in their hearts in this world because of misunderstandings between the pious people, it shall be removed at the time of their entry into Paradise and they will bear no ill feelings there against each other. (Refer to E.N. 320 of Surah Al-Aaraf).

*28 یعنی نیک لوگوں کے درمیان آپس کی غلط فہمیوں کی بنا پر دنیا میں اگر کچھ کدورتیں پیدا ہوگئ ہوں گی تو جنت میں داخل ہونے کے وقت وہ دور ہو جائیں گی اور ان کے دل ایک دوسرے کی طرف سے بالکل صاف کر دیے جائیں گے ۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ اعراف۔ حاشیہ نمبر ۳۲)۔

*29 This verse is explained by the following tradition: It will be announced to the dwellers of the Gardens: Now you will remain hale and hearty forever and shall never fall ill, now you will enjoy eternal life and shall never die, now you will remain young forever and never grow old, and now you will remain forever in Paradise and shall never have to move away from it. There are other traditions that further elucidate life in Paradise to this effect: The dwellers shall

have no toil to perform for their livelihood and necessities of life. They will get everything without any labor whatsoever.

*29 اِس کی تشریح اُس حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضور نے خبر دی ہے کہ یقال لاھل الجنۃ ان لکم ان تصحوا ولا تمرضوا ابدًا ، و ان لکم ان تعیشو افلا تموتو اابدا ، و ان لکم ان تشبّو اولا تھرموا ابدًا ، و ان لکم ان تقیموا فلا تظعنوا ابدًا۔ یعنی "اہلِ جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہ پڑو گے۔ اور اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی موت تم کو نہ آئے گی۔ اور اب تم ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بڑھاپا تم پر نہ آئے گا۔ اور اب تم ہمیشہ مقیم رہو گے، کبھی کوچ کرنے کی تمہیں ضرورت نہ ہوگی"۔ اس کی مزید تشریح اُن آیات و احادیث سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں انسان کو اپنی معاش اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے لیے کوئی محنت نہ کرنی پڑے گی، سب کچھ اُسے بلا سعی و مشقت ملے گا۔

48. Shall not touch them therein fatigue, nor they, from there, shall be driven out.	نہ پہنچے گی انکو وہاں کوئی تکلیف اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔	لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾
49. Inform to My slaves, indeed I am the Oft Forgiving, the Most Merciful.	خبر دے دو میرے بندوں کو بیشک میں ہوں بخشنے والا بہت رحم کرنیوالا۔	نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿٤٩﴾
50. And that My punishment, it is the painful punishment.	اور یہ کہ میرا عذاب ہی درد ناک عذاب ہے۔	وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾
51. And inform them about Abraham's guests. *30	اور احوال سنا دو انکو ابراہیم کے مہمانوں کا۔ *30	وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۘ﴿٥١﴾

*30 The story of Prophets Abraham and Lot (peace be upon them) has been related to tell the disbelievers of Makkah

how angels come down with truth. This was in response to their demand: Why do you not bring angels before us, if what you say is true? (Ayat 7). Then, only this brief answer was given: We do not send down angels in this way. When they come down, they come down with truth (Ayat 8). Now these two events are cited as two concrete forms of truth with which the angels came, as if to ask the disbelievers: Now decide for yourselves which of these two forms of truth would you want angels to bring to you. It is obvious that you do not deserve that truth which was sent to Prophet Abraham (peace be upon him). Do you then desire that truth which the angels brought to the people of Prophet Lot (peace be upon him)?

*30 یہاں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بعد متصلاً قوم لوطؑ کا قصہ جس غرض کے لیے سنایا جا رہا ہے اُس کو سمجھنے کے لیے اس سورۃ کی ابتدائی آیات کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔ آیات ۷-۸ میں کفار مکہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ "اگر تم سچے نبی ہو تو ہمارے سامنے فرشتوں کو لے کیوں نہیں آتے؟" اس کا مختصر جواب وہاں صرف اِس قدر دے کر چھوڑ دیا گیا تھا کہ "فرشتوں کو ہم یوں ہی نہیں اُتار دیا کرتے، انہیں تو ہم جب بھیجتے ہیں حق کے ساتھ ہی بھیجتے ہیں"۔ اب اُس کا مفصل جواب یہاں اِن دونوں قصوں کے پیرائے میں دیا جا رہا ہے۔ یہاں اُنہیں بتایا جا رہا ہے کہ ایک "حق" تو وہ ہے جسے لے کر فرشتے ابراہیمؑ کے پاس آئے تھے، اور دوسرا حق وہ ہے جسے لے کر وہ قومِ لوطؑ پر پہنچے تھے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ تمہارے پاس اِن میں سے کونسا حق لے کر فرشتے آسکتے ہیں۔ ابراہیمؑ والے حق کے لائق تو ظاہر ہے کہ تم نہیں اب کیا اُس حق کے ساتھ فرشتوں کو بلوانا چاہتے ہو جسے لے کر وہ قومِ لوطؑ کے ہاں نازل ہوئے تھے

52. When they entered upon him then said: "Peace." He said: "Indeed	جب وہ آئے اس کے پاس تو کہا انھوں نے سلام۔ اسنے کہا بیشک	إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ؕ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ

we, of you, are afraid.” *31	ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔ *31	۝٥٢

*31 Please compare this story of Prophet Abraham (peace be upon him) with that contained in Surah Houd, Ayats 69-76.

*31 تقابل کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ ہود، رکوع ۷، مع حواشی۔

53. They said: “Do not be afraid, indeed we give you good tidings of a boy possessing knowledge.” 32	کہا انھوں نے نہیں ڈرو یقیناً ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھ کو ایک صاحب علم لڑکے کی۔ 32	قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝٥٣

*32 “A boy possessing knowledge”, Prophet Isaac (peace be upon him). His name has been mentioned in connection with this good news in Surah Houd, Ayat 71.

*32 یعنی حضرت اِسحاق ؑ کے پیدا ہونے کی بشارت، جیساکہ سورۂ ہود میں بصراحت بیان ہوا ہے۔

54. He said: Do you give me good tidings when has overtaken me old age. Of what then you give good tidings.”	کہا اسنے کیا خوشخبری دیتے ہو تم مجھے جبکہ آپکڑا مجھے بڑھاپے نے تو کیسی خوشخبری تم دیتے ہو۔	قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝٥٤
55. They said: “We give you good tidings in truth. So do not be of the despairing.”	انھوں نے کہا ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھ کو حق کیساتھ سو نہ ہو نا امیدوں میں۔	قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝٥٥
56. He said: “And who despairs of the mercy of his Lord,	اسنے کہا اور کون نا امید ہوتا ہے رحمت سے اپنے رب کی سوائے	قَالَ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ

except those who are astray.”	گمراہوں کے۔	﴿٥٦﴾
57. He said: “What is then your business, O the messengers.” *33	اس نے کہا پس کیا ہے تمہاری مہم اے بھیجے ہوئے۔*33	قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾

*33 It appears from the question of Prophet Abraham (peace be upon him) that angels are sent down in human shape only on extraordinary occasions and on some important expedition.

*33 حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا ہمیشہ غیر معمولی حالات ہی میں ہوا کرتا ہے اور کوئی بڑی مہم ہی ہوتی ہے جس پر وہ بھیجے جاتے ہیں۔

58. They said: “Indeed, we have been sent to a people who are criminals.” *34	انہوں نے کہا بیشک ہم بھیجے گئے ہیں ایک قوم کی طرف جو مجرم ہیں۔*34	قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ﴿٥٨﴾

*34 The fact that the angels did not name the people of Lot (peace be upon him) but merely referred to them as the wicked people, shows that these people had become so notorious for their wicked deeds that there was no need to mention them by name before Prophet Abraham (peace be upon him), who was well acquainted with the moral condition of all the people around him.

*34 اشارے کا یہ اختصار صاف بتا رہا ہے کہ قومِ لوطؑ کے جرائم کا پیمانہ اس وقت اتنا لبریز ہو چکا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے باخبر آدمی کے سامنے اس کا نام لینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی، بس ”ایک مجرم قوم“ کہہ دینا بالکل کافی تھا۔

59. “Except the family of Lot. Indeed, we will save them all together.	مگر لوط کے گھر والے ۔ بیشک ہم بچا لیں گے انہیں سب کو۔	إِلَّآ ءَالَ لُوطٍ ۖ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾
60. “Except his wife. We have decreed that she shall be indeed of those who remain behind.”	البتہ اسکی بیوی کہ ٹھہرا دیا ہے ہم نے کہ وہ ہوگی ضرور ان میں جو پیچھے رہ جانیوالے ہونگے۔	إِلَّا ٱمْرَأَتَهُۥ قَدَّرْنَآ ۙ إِنَّهَا لَمِنَ ٱلْغَٰبِرِينَ ﴿٦٠﴾
61. Then when came to the family of Lot the messengers. *35	پھر جب آئے آل لوط کے پاس بھیجے ہوئے۔ *35	فَلَمَّا جَآءَ ءَالَ لُوطٍ ٱلْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾

*35 Please compare this with Surah Al-Aaraf, Ayats 80-84 and Surah Houd, Ayats 77-83.

*35 تقابل کے لیے ملاحظہ ہو سورہ الاعراف رکوع ۱۰ و سورۂ ہود رکوع ۷۔

62. He said: “Indeed, you are a people unknown.” *36	کہا اس نے یقیناً تم ہو لوگ ناآشنا سے۔ *36	قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿٦٢﴾

*36 Here the story has been related in brief. But we learn from Surah Houd, Ayats 77-83 that Prophet Lot (peace be upon him) was greatly perturbed and distressed at the visit of the angels. He said to himself, “This is a day of woe.” The reason why he was distressed, as implied in the Quran and explicitly expressed in the traditions, was that the angels had come to Prophet Lot (peace be upon him) in the form of beautiful boys, and he knew how perverse and wicked his people were. He was distressed for he could not send them away because they were his guests, and because he did not

know how to protect them from those villains.

*36 یہاں بات مختصر بیان کی گئی ہے۔ سورۂ ہود میں اس کی تفصیل یہ دی گئی ہے کہ ان لوگوں کے آنے سے حضرت لوطؑ بہت گھبرائے اور سخت دل تنگ ہوئے اور اُن کو دیکھتے ہی اپنے دل میں کہنے لگے کہ آج بڑا سخت وقت آیا ہے۔ اس گھبراہٹ کی وجہ جو قرآن کے بیان سے اشارۃً اور روایات سے صراحۃً معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ یہ فرشتے نہایت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے ہاں پہنچے تھے۔ اور حضرت لوطؑ اپنی قوم کی بدمعاشی سے واقف تھے، اس لیے آپ سخت پریشان ہوئے کہ آئے ہوئے مہمانوں کو واپس بھی نہیں کیا جا سکتا، اور انہیں اِن بدمعاشوں سے بچانا بھی مشکل ہے۔

63. They said: "But, we have brought to you that they have been concerning which in doubt."	انہوں نے کہا بلکہ ہم لائے ہیں تیرے پاس وہ چیز یہ تھے جس میں شک کرتے۔	قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰكَ بِمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ ﴿۶۳﴾
64. "And we have come to you with truth, and indeed we are truthful."	اور آئے ہیں ہم تیرے پاس یقینی بات لیکر اور یقیناً ہم سچ کہتے ہیں۔	وَ اَتَيۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۶۴﴾
65. "So travel with your family in a part of the night, and you follow behind them. *37 And let not look back*38 among you anyone, and go on to where you are commanded."	تو چل پڑو اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ رات رہے اور خود چلو انکے پیچھے اور نہ مڑ کر دیکھے*37 تم میں سے کوئی بھی*38 ۔ اور چلے جاؤ جہاں حکم ہو۔	فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَ اتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّ امۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾

*37 That is, you should walk behind your people lest anyone of them should stay behind.

*37 یعنی اس غرض سے اپنے گھر والوں کے پیچھے چلو کہ ان میں سے کوئی ٹھہرنے نہ پائے۔

*38 It did not mean: “look not behind thee, lest thou be consumed,” as stated in the Bible. But it merely meant to warn them: None of you should turn round to see what was happening behind them lest you should stop to see when you heard the cries of the smitten people. For it is neither the time nor the place viewing the destruction nor shedding tears of regret. If you stop even for a minute in the territory of the smitten people you also might get hurt from the rain of stones.

*38 اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پلٹ کر دیکھتے ہی تم پتھر کے ہوجاؤ گے ، جیسا کہ بائبل میں بیان ہوا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیچھے کی آوازیں اور شور و غل سن کر تماشا دیکھنے کے لیے نہ ٹھیر جانا۔ یہ نہ تماشا دیکھنے کا وقت ہے، اور نہ مجرم قوم کی ہلاکت پر آنسو بہانے کا۔ ایک لمحہ بھی اگر تم نے معذّب قوم کے علاقے میں دم لے لیا تو بعید نہیں کہ تمہیں بھی اس ہلاکت کی بارش سے کچھ گزند پہنچ جائے۔

66. And We conveyed to him this decree that the root of these people was to be cut off in the early morning.	اور ہم نے بھیجدیا اسکی طرف یہ فیصلہ کہ جڑ ان لوگوں کی کاٹ دی جائیگی صبح ہوتے ہوتے۔	وَ قَضَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ ذٰلِكَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴿۶۶﴾
67. And came the people of the city rejoicing. *39	اور آئے اہل شہر خوشیاں مناتے ہوئے۔ *39	وَ جَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾

*39 This shows that those People had gone to the lowest depths of immorality. No sooner did they hear the news of the arrival of handsome strangers in their town than they rushed rejoicing to the house of Prophet Lot (peace be upon him) and impudently demanded that he should hand over

his guests to them for the gratification of their lust. The pity is that there had remained not a single person among them to make a protest against such a heinous sin. Moreover, this shows that all of them, as a community, had totally lost every sense of decency, and they felt no shame at all to make such a wicked demand on him openly. The very fact, that they felt no hesitation in making such a wicked demand brazen facedly from a pious and holy man like Prophet Lot (peace be upon him), shows that the heinous crime was so common among them that they would not spare anyone.

The Talmud records many instances of the all round moral degradation of the people of Lot. Once a stranger was passing through their territory. As the darkness approached, he was forced to pass the night near Sodom. As he had his own provisions with him, he did not stand in any need of help from the town's folks, so he lay under a tree to pass the night. But a Sodomite entreated him to accompany him to his house. During the night he did away with the donkey and merchandise of the stranger. When he began to cry for help in the morning, the town's folk came there not to help him but to rob him of what had been left with him.

On one occasion Sarah sent her slave to Sodom to inquire after Prophet Lot's household. When the slave entered the town, he saw that a Sodomite was beating a stranger. Naturally the slave of Sarah tried to rouse his sense of decency, saying, why do you ill treat helpless strangers like this? In answer to this appeal, his head was broken in public.

On another occasion a poor man happened to come to

Sodom but no one gave him anything to eat. When he was half dead with starvation, he fell to the ground in a helpless plight. A daughter of Prophet Lot saw him and sent some food for him. At this the Sodomites reproached Prophet Lot and his daughter and threatened to expel them from there if they would not refrain from such deeds.

After citing several similar incidents, the Talmud says that those people had become so cruel, so deceitful and so dishonest in their dealings that no traveler could pass safe through their territory nor could a poor person expect any food or help from them. Many a time it so happened that a poor stranger came there, and died from hunger. Then they would strip the clothes from his body and bury him naked. If a foreigner committed the blunder of visiting their territory, they would publicly rob him of everything, and make fool of him if he appealed to them to redress the wrong. Then they would openly commit shameless deeds in the gardens which they had grown in their valley because there was none to rebuke them except Prophet Lot (peace be upon him). The Quran has summed up the whole of their wicked story in two concise sentences: (1) They had already been committing very wicked deeds, Surah Houd, Ayat 78, and (2) You gratify your lust with males: you rob travelers, and you commit wicked deeds publicly in your assemblies.

39*اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس قوم کی بد اخلاقی کس حد کو پہنچ چکی تھی۔ بستی کے ایک شخص کے ہاں چند خوبصورت مہمانوں کا آجانا اِس بات کے لیے کافی تھا کہ اُس کے گھر پر اوباشوں کا ایک ہجوم اُمنڈ آئے اور اعلانیہ وہ اس سے مطالبہ کریں کہ اپنے مہمانوں کو بدکاری کے لیے ہمارے حوالے کردے۔ اُن کی پوری آبادی میں کوئی ایسا عنصر باقی نہ رہا تھا جو ان حرکات کے خلاف آواز اُٹھاتا، اور نہ اُن کی قوم میں کوئی اخلاقی حِس

باقی رہ گئی تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو علی الاعلان یہ زیادتیاں کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس ہوتی۔ حضرت لوطؑ جیسے مقدس انسان اور معلم اخلاق کے گھر پر بھی جب بدمعاشوں کا حملہ اس بے باکی کے ساتھ ہو سکتا تھا تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عام انسانوں کے ساتھ ان بستیوں میں کیا کچھ ہو رہا ہو گا۔

تلمود میں اس قوم کے جو حالات لکھے ہیں اُن کا ایک خلاصہ ہم یہاں دیتے ہیں جس سے کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہو گا کہ یہ قوم اخلاقی فساد کی کس انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عیلامی مسافر اُن کے علاقے سے گزر رہا تھا۔ راستہ میں شام ہو گئی اور اسے مجبورًا ان کے شہر سدوم میں ٹھیرنا پڑا۔ اس کے ساتھ اپنا زادراہ تھا۔ کسی سے اُس نے میزبانی کی درخواست نہ کی۔ بس ایک درخت کے نیچے اُتر گیا۔ مگر ایک سدومی اصرار کے ساتھ اُٹھا کر اُسے اپنے گھر لے گیا۔ رات اُسے اپنے ہاں رکھا اور صبح ہونے سے پہلے اس کا گدھا اُس کے زین اور مال تجارت سمیت اڑا دیا۔ اس نے شور مچایا۔ مگر کسی نے اس کی فریاد نہ سنی۔ بلکہ بستی کے لوگوں نے اُس کا رہا سہا مال بھی لوٹ کر اُسے نکال باہر کیا۔

ایک مرتبہ حضرت سارہ نے حضرت لوطؑ کے گھر والوں کی خیریت دریافت کرنے کے لیے اپنے غلام الیعزر کو سدوم بھیجا۔ الیعزر جب شہر میں داخل ہو تو اس نے دیکھا کہ ایک سدومی ایک اجنبی کو مار رہا ہے۔ الیعزر نے اُسے شرم دلائی کہ تم بے کس مسافروں سے یہ سلوک کرتے ہو۔ مگر جواب میں سربازار الیعزر کا سر پھاڑ دیا گیا۔

ایک مرتبہ ایک غریب آدمی کہیں سے اُن کے شہر میں آیا اور کسی نے اُسے کھانے کو کچھ نہ دیا۔ وہ فاقے سے بدحال ہو کر ایک جگہ گرا پڑا تھا کہ حضرت لوطؑ کی بیٹی نے اُسے دیکھ لیا اور اس کے لیے کھانا پہنچایا۔ اس پر حضرت لوط اور ان کی بیٹی کو سخت ملامت کی گئی اور انہیں دھمکیاں دی گئیں کہ اِن حرکتوں کے ساتھ تم لوگ ہماری بستی میں نہیں رہ سکتے۔

اس طرح کے متعدد واقعات بیان کرنے کے بعد تلمود کا مصنف لکھتا ہے کہ اپنی روز مرہ کی زندگی میں یہ لوگ سخت ظالم، دھوکہ باز اور بدمعاملہ تھے۔ کوئی مسافر ان کے علاقے سے بخیریت نہ گزر سکتا تھا۔ کوئی غریب ان کی بستیوں سے روٹی کا ایک ٹکڑا نہ پا سکتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا کہ باہر کا آدمی ان کے علاقے میں پہنچ کر فاقوں سے مرجاتا اور یہ اُس کے کپڑے اتار کر اس کی لاش کو برہنہ دفن کر دیتے۔ بیرونی تاجر اگر شامت کے مارے وہاں

چلے جاتے تو برسرِعام لوٹ لیے جاتے اور اُن کی فریاد کو ٹھٹھوں میں اُڑا دیا جاتا۔ اپنی وادی کو انھوں نے ایک باغ بنا رکھا تھا جس کا سلسلہ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس باغ میں وہ انتہائی بے حیائی کے ساتھ علانیہ بدکاریاں کرتے تھے اور ایک لوطؑ کی زبان کے سوا کوئی زبان ان کو ٹوکنے والی نہ تھی۔ قرآن مجید میں اس پوری داستان کو سمیٹ کر صرف دو فقروں میں بیان کر دیا گیا ہے کہ وَمِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ۔ (وہ پہلے سے بہت برے برے کام کر رہے تھے) اور اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ (تم مردوں سے خواہشِ نفس پوری کرتے ہو، مسافروں کی راہ مارتے ہو اور اپنی مجلسوں میں کھلم کھلا بدکاریاں کرتے ہو؟)

68. He said: "Indeed, they are my guests. So do not humiliate me."	اس نے کہا یقیناً یہ ہیں میرے مہمان تو نہ رسوا کرو مجھے۔	قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِۙ ﴿۶۸﴾
69. "And fear Allah and do not disgrace me."	اور ڈرو اللہ سے اور نہ رسوا کرو مجھے۔	وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾
70. They said: "Have we not forbidden you from (guarding) the people."	انھوں نے کہا اور کیا نہیں منع کیا ہم نے تمکو لوگوں (کی حفاظت) سے۔	قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾
71. He said: "These are my daughters, *40 if you are to be doing."	اس نے کہا یہ ہیں میری بیٹیاں *40 اگر تم ہو کچھ کرنے ہی والے۔	قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَؕ ﴿۷۱﴾

*40 In E.N. 87 of Surah Houd, it has been explained what Prophet Lot (peace be upon him) meant by this. It may also be added that such words as these were uttered by an honorable man like him in the last resort, when all his

entreaties and earnest requests had failed to prevent those people from their evil designs towards his guests.

Here it will be worthwhile to clear the significance of the words which were uttered by Prophet Lot (peace be upon him) as they occur in Surah Houd (Ayat 78). When he entreated those wicked people not to molest his guests, saying, "Here are my daughters", he was unaware that his guests were angels in the disguise of handsome boys. The angels revealed their identity only when the wicked crowd gathered at the residence of his guests and began to threaten them with their wicked designs, and Prophet Lot (peace be upon him) began to lament, "I wish I had the power to set you right or I could find some strong support for refuge." It was then that the angels revealed themselves, saying, "We are envoys sent by your Lord." This sequence of events shows that Prophet Lot (peace be upon him) had made that offer only when he had felt to be utterly helpless.

It is very important to keep this in view because the sequence of events in this Surah is different from that in Surah Houd. One is liable to have a misunderstanding as to why Prophet Lot (peace be upon him) wailed and lamented when he knew all the while that his guests were angels and could defend themselves against those wicked people.

As regards the apparent difference between the two sequences, it may be pointed out that here the important thing to be stated is that the angels come with the truth. Therefore that part of the story (Ayats 61-66) has been related first in order to make the point more prominent.

40* اس کی تشریح سورۂ ہود کے حاشیہ نمبر ۸۷ میں بیان کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ یہ

کلمات ایک شریف آدمی کی زبان پر ایسے وقت میں آئے ہیں جب کہ وہ بالکل تنگ آچکا تھا اور بدمعاش لوگ اس کی ساری فریاد فغاں سے بے پروا ہوکر اُس کے مہمانوں پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔

اِس موقع پر ایک بات کو صاف کر دینا ضروری ہے۔ سورۂ ہود میں واقعہ جس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے اُس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت لوطؑ کو بدمعاشوں کے اِس حملہ کے وقت تک یہ معلوم نہ تھا کہ اُن کے مہمان درحقیقت فرشتے ہیں۔ وہ اُس وقت تک یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ چند مسافر لڑکے ہیں جو ان کے ہاں آکر ٹھیرے ہیں۔ انہوں نے اپنے فرشتہ ہونے کی حقیقت اُس وقت کھولی جب بدمعاشوں کا ہجوم مہمانوں کی قیامگاہ پر پل پڑا اور حضرت لوطؑ نے تڑپ کر فرمایا لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (کاش مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت حاصل ہوتی یا میرا کوئی سہارا ہوتا جس سے میں حمایت حاصل کرتا)۔ اس کے بعد فرشتوں نے اُن سے کہا کہ اب تم اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور ہمیں اِن سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دو۔ واقعات کی اس ترتیب کو نگاہ میں رکھنے سے پورا اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت لوطؑ نے یہ الفاظ کس تنگ موقع پر عاجز آکر فرمائے تھے۔ اِس سورۃ میں چونکہ واقعات کو اُن کی ترتیبِ وقوع کے لحاظ سے نہیں بیان کیا جا رہا ہے، بلکہ اُس خاص پہلو کو خاص طور پر نمایاں کرنا مقصود ہے جسے ذہن نشین کرنے کی خاطر ہی یہ قصہ یہاں نقل کیا گیا ہے۔

72. By your life, indeed they, in their intoxication, were wandering blindly.	قسم ہے تمہاری جان کی یقیناً وہ اپنی مستی میں اندھے پھر رہے تھے۔	لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾
73. Then seized them the awful cry at the time of sunrise.	سو آپکڑا انکو ایک چنگھاڑ نے سورج نکلتے۔	فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ۙ ﴿۷۳﴾
74. So We turned the highest of it (city) to its lowest, and rained upon them	تو کر دیا ہم نے اس (بستی) کے اوپر کو الٹ کر نیچے اور برسائیں	فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً

stones of baked clay. *41	ہمنے انپر پتھریاں کھنگر کی۔ *41	مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ؕ‏ ﴿۷۴﴾

*41 These "stones of baked clay" might have been meteoric showers or volcanic eruptions that flew and rained upon them, or these might have been blown by a strong wind.

*41 یہ پکی ہوئی مٹی کے پتھر ممکن ہے کہ شہابِ ثاقب کی نوعیت کے ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آتش فشانی انفجار (volcanic eruption) کی بدولت زمین سے نکل کر اُڑے ہوں اور پھر اُن پر بارش کی طرح برس گئے ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سخت آندھی نے یہ پتھراؤ کیا ہو۔

75. Indeed, in that are sure signs for those who do understand.	بیشک اس میں ہیں یقینی نشانیاں اہل بصیرت کے لئے۔	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ‏ ﴿۷۵﴾
76. And indeed, it is on a straight road. *42	اور بیشک وہ ہے سیدھی شاہراہ پر۔ *42	وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ‏ ﴿۷۶﴾

*42 That is, that smitten territory lies on the high road from Hijaz (Arabia) to Syria and Egypt. Travelers come across these signs of destruction which are very prominent in the territory that lies to the southeast of the Dead Sea. The geographers are of the opinion that there is no other land on the surface of the Earth which looks desolate as this territory, especially its southern part.

*42 یعنی حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے یہ تباہ شدہ علاقہ راستہ میں پڑتا ہے اور عموماً قافلوں کے لوگ تباہی کے اُن آثار کو دیکھتے ہیں جو اس پورے علاقے میں آج تک نمایاں ہیں۔ یہ علاقہ بحرِ لوط (بحیرۂ مردار) کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے جنوبی حصے کے متعلق جغرافیہ دانوں کا بیان ہے کہ یہاں اِس درجہ ویرانی پائی جاتی ہے جس کی نظیر روئے زمین پر کہیں اور نہیں دیکھی گئی۔

77. Indeed, in that is a sure sign for those who believe.	بیشک اسمیں ہے یقینی نشانی ایمان والوں کیلئے۔	إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾
78. And indeed the dwellers in the wood *43 were wrongdoers.	اور یقیناً تھے ایکہ کے رہنے والے *43 سخت ظالم۔	وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾

*43 The people of *Al-Aikah* were the community of Prophet Shuaib (peace be upon him) and were called Midianites after the name of their capital city and their territory. As regards *Al-Aikah*, it was the ancient name of Tabuk and literally means a thick forest.

*43 یعنی حضرت شعیبؑ کی قوم کے لوگ۔ اس قوم کا نام بنی مدیان تھا۔ مدین اُن کے مرکزی شہر کو بھی کہتے تھے اور اُن کے پورے علاقے کو بھی۔ رہا ایکہ، تو یہ تبوک کا قدیم نام تھا۔ اس لفظ کے لغوی معنی گھنے جنگل کے ہیں۔ آج کل ایکہ ایک پہاڑی نالے کا نام ہے جو جبل اللوز سے وادی اَفل میں آکر گرتا ہے۔ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو الشعراء، حاشیہ نمبر ۱۱۵)۔

79. So We took vengeance on them. And indeed, both (towns) are on a clear highway. *44	تو بدلہ لیا ہم نے ان سے اور یقیناً دونوں (بستیاں) ہیں کھلے راستے پر۔ *44	فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾

*44 Midian lay on the route from Hijaz to Palestine and Syria.

*44 مدین اور اصحاب الایکہ کا علاقہ بھی حجاز سے فلسطین وشام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔

80. And surely denied the people of Al-Hijr *45 the messengers.	اور یقیناً تکذیب کی وادی حجر والوں نے *45 رسولوں کی۔	وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾

*45 Al-Hijr was the capital city of the people of Thamud, and its ruins are found near the modern city of Al-Ula which is to the north west of Al-Madinah, and lies on the route from AI-Madinah to Tabuk. Though the caravans had to pass through the valley of Al-Hijr, the Prophet (peace be upon him) had forbidden the Muslims to stay in the valley on their journey.

When Ibn Batutah reached there in the eighth century of Hijrah on his way to Makkah, he wrote: I have seen the buildings of Thamud hewed into red mountains; the paintings look so bright as if they have been put on only recently, and rotten bones of human beings are found in them even today." (See E.N. 57 of Surah Al-Aaraf).

*45 یہ قومِ ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ اس کے کھنڈر مدینہ کے شمال مغرب میں موجودہ شہر العلاء سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام شاہ راہِ عام پر ملتا ہے اور قافلے اس وادی میں سے ہو کر گزرتے ہیں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کوئی یہاں قیام نہیں کرتا۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ حج کو جاتے ہوئے یہاں پہنچا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قومِ ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جو انھوں نے چٹانوں کو تراش کر ان کے اندر بنائی تھیں۔ اُن کے نقش و نگار اِس وقت تک ایسے تازہ ہیں جیسے آج بنائے گئے ہوں۔ ان مکانات میں اب بھی سڑی گلی انسانی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔(مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ اعراف حاشیہ نمبر ۵۷)

81. And we gave them Our signs, but they, from them, turned away.	اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں تو وہ رہے ان سے منہ پھیرتے ۔	وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾
82. And they used to carve from the	اور وہ تراشا کرتے تھے پہاڑوں میں	وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ

mountains, dwellings feeling secure.	گھر امن واطمینان سے ۔	الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۸۲﴾
83. So seized them the awful cry at the morning hour.	تو آپکڑا ان کو زوردار آواز نے صبح ہوتے ہوتے ۔	فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُصۡبِحِيۡنَ ۙ﴿۸۳﴾
84. So did not avail them that which they used to earn. *46	تو نہ فائدہ دے سکے ان کو جو کچھ وہ کمایا کرتے تھے ۔ *46	فَمَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ؕ﴿۸۴﴾

*46 That is, their strong and secure buildings, which they had hewed into the mountains, could not protect them from the blast.

*46 یعنی اُن کے مضبوط مکانات جو اُنھوں نے پہاڑوں کو تراش تراش کر اُن کے اندر بنائے تھے ان کی کچھ بھی حفاظت نہ کر سکے ۔

85. And We have not created the heavens and the earth and all that is between them except with truth. *47 And indeed, the Hour is surely coming, so forgive with a gracious forgiveness.	اورنہیں پیدا کیا ہے ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے مگر حق کے ساتھ ۔ *47 اور یقیناً قیامت ضرور آ کر رہے گی تو درگذر کرو تم ایک اچھے طریقہ کا درگذر ۔	وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَـقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ ﴿۸۵﴾

*47 This was to reassure the Prophet (peace be upon him) that ultimately he would come out successful because he was propagating the truth, and the entire universe was

based on truth. Such an assurance was urgently needed because at that time falsehood appeared to be triumphant over the truth. This implies: O Prophet, do not worry at all at the apparent success of falsehood for this is temporary. Likewise the difficulties, the obstacles and the troubles in the way of truth are not permanent. Take courage, and have confidence in the cause of the truth and you will triumph over falsehood because the whole system of the universe is akin to truth and averse to falsehood. Therefore, truth is permanent and falsehood is perishable (Refer to E.Ns 25-26, 35-39 of Surah Ibrahim).

*47 یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین و تسلی کے لیے فرمائی جارہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اِس وقت بظاہر باطل کا جو غلبہ تم دیکھ رہے ہو اور حق کے راستہ میں جن مشکلات اور مصائب سے تمہیں سابقہ پیش آرہا ہے، اس سے گھبراؤ نہیں ۔ یہ ایک عارضی کیفیت ہے ، مستقل اور دائمی حالت نہیں ہے۔ اِس لیے زمین و آسمان کا یہ پورا نظام حق پر تعمیر ہوا ہے نہ کہ باطل پر۔ کائنات کی فطرت حق کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے نہ کہ باطل کے ساتھ۔ لہٰذا یہاں اگر قیام و دوام ہے تو حق کے لیے نہ کہ باطل کے لیے ۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ ابراہیم حواشی ۲۵-۲۶-۳۵ تا ۳۹)۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۶﴾	یقیناً تیرا رب ہی پیدا کرنیوالا جاننے والا ہے۔ *48	86. Indeed, your Lord, He is the Creator, All Knowing. *48

*48 These attributes of Allah have been mentioned to reassure the Prophet (peace be upon him) as if to say: As Allah is the Creator, He has complete power over all his creatures, and no one is able to escape His punishment. Moreover, He is All-Knowing. He is fully aware that you are exerting your utmost for their reform, and He knows

also their evil machinations against your efforts for reform. Therefore, you need not worry on this account, but you should wait patiently and with confidence that at the appropriate time they will be dealt with justly.

*48 یعنی خالق ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی مخلوق پر کامل غلبہ و تسلط رکھتا ہے، کسی مخلوق کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی گرفت سے بچ سکے۔ اور اِس کے ساتھ وہ پوری طرح باخبر بھی ہے، جو کچھ اِن لوگوں کی اصلاح کے لیے تم کر رہے ہو اسے بھی وہ جانتا ہے اور جن ہتھکنڈوں سے یہ تمہاری سعیِ اصلاح کو ناکام کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں اُن کا بھی اسے علم ہے۔ لہٰذا تمہیں گھبرانے اور بے صبر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مطمئن رہو کہ وقت آنے پر ٹھیک انصاف کے مطابق فیصلہ چکا دیا جائے گا۔

87. And indeed, We have given you seven (verses) *49 of the oft-repeated (AlFatiha) and the great Quran. *50	اور یقیناً عطا کی ہیں ہمنے تم کو سات (آیات) کی بار بار دھرا نے والی *49 (الفاتحہ) اور قران عظیم *50۔	وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ وَ الۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ ۝٨٧

*49 These seven verses which are recited over and over again in every prescribed salat are the verses of Surah Al-Fatihah. Though some of the commentators are of the view that this *Al-Mathani*, refers to the seven Surahs which contain two hundred or more verses, that is, Surahs 2-7 and (8-9) or 10. But the majority of the early commentators opine that it refers to Al-Fatihah. Imam Bukhari has cited two authentic traditions in support of the view that it refers to Al-Fatihah.

*49 یعنی سورۂ فاتحہ کی آیات۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس سے مراد وہ سات بڑی بڑی سورتیں بھی لی ہیں جن میں دو دو سو آیتیں ہیں، یعنی البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف اور یونس، یا الانفال و

التوبہ۔ لیکن سلف کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ اس سے سورہٴ فاتحہ ہی مراد ہے۔ بلکہ امام بخاری نے دو مرفوع روایتیں بھی اس امر کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبع من المثانی سے مراد سورہٴ فاتحہ بتائی ہے۔

***50 The mention of the precious gift of the glorious Quran has been made also to console the Prophet (peace be upon him) and his followers that they should not even look at the worldly wealth of their opponents because that was nothing as compared with this precious wealth. In order to grasp the full significance of this, one should keep in view the fact that at that time the Prophet (peace be upon him) and his companions were suffering badly from poverty. The trading activities of the Prophet (peace be upon him) had almost come to an end during the period in which he had been engaged in his mission. Besides this, he had almost used up the entire wealth of Khaijah (may Allah be pleased with her). As regards to his companions, some of the young men had been turned out of their homes and reduced to poverty. The economic boycott had mined the business of those who were engaged in trade. There were others who were mere slaves or proteges of the Quraish and had no economic position whatsoever. In addition to their sad economic plight, all the Muslims, along with the Prophet (peace be upon him), were suffering persecution from the people of Makkah and its surroundings. In short, they were so much persecuted, ridiculed and insulted that no one of them was safe from physical and mental torture. On the other side, the Quraish, their opponents and persecutors, enjoyed all the good things of this world, and lived lives of happiness**

and luxury. This is the background of the reassurance given to the believers, as if to say: Why should you feel disheartened at this? We have given you wealth which surpasses all kinds of worldly riches. Therefore, your opponents should envy your knowledge and high morals; you need not envy their ill canned wealth and their wicked enjoyments, for when they will go before their Lord, they themselves will find that they had not brought such wealth as carries any value there.

*50 یہ بات بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلعم کے ساتھیوں کی تسکین و تسلی کے لیے فرمائی گئی ہے۔ وقت وہ تھا جب حضور صلعم اور آپ صلعم کے ساتھی سب کے سب انتہائی خستہ حالی میں مبتلا تھے۔ کارِ نبوت کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالتے ہی حضور صلعم کی تجارت قریب قریب ختم ہو چکی تھی اور حضرت خدیجہؓ کا سرمایہ بھی دس بارہ سال کے عرصے میں خرچ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں میں سے بعض کم سن نوجوان تھے جو گھروں سے نکال دیے گئے تھے، بعض صنعت پیشہ یا تجارت پیشہ تھے جن کے کاروبار معاشی مقاطعہ کی مسلسل ضرب سے بالکل بیٹھ گئے تھے، اور بعض بیچارے پہلے ہی غلام یا موالی تھے جن کی کوئی معاشی حیثیت نہ تھی۔ اس پر مزید یہ ہے کہ حضور صلعم سمیت تمام مسلمان مکے اور اطراف و نواح کی بستیوں میں انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہر طرف سے مطعون تھے، ہر جگہ تذلیل و تحقیر اور تضحیک کا نشانہ بنے ہوئے تھے، اور قلبی و روحانی تکلیفوں کے ساتھ جسمانی اذیتوں سے بھی کوئی بچا ہوا نہ تھا۔ دوسری طرف سردارنِ قریش دنیا کی نعمتوں سے مالا مال اور ہر طرح کی خوشحالیوں میں مگن تھے۔ ان حالات میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم شکستہ خاطر کیوں ہوتے ہو، تم کو تو ہم نے وہ دولت عطا کی ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں۔ رشک کے لائق تمہاری یہ علمی و اخلاقی دولت ہے نہ کہ اُن لوگوں کی مادّی دولت جو طرح طرح کے حرام طریقوں سے کما رہے ہیں اور طرح طرح کے حرام راستوں میں اس کمائی کو اُڑا رہے ہیں اور آخر کار بالکل مفلس و قلاش ہو کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے والے ہیں۔

88. Do not extend ambitiously your eyes towards that which We have bestowed on different factions among them nor grieve over them, *51 and lower your wings for the believers.	نہ راغب ہوجائیں تمہاری آنکھیں اسکی طرف جن فوائد سے نوازا ہے ہم نے مختلف جماعتوں کو ان میں سے اور نہ رنج کرنا ان پر *51 اور جھکائے رکھنا اپنے بازو مومنوں کے لئے۔	لَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ وَ لَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۸﴾

*51 That is, do not grieve that they consider you as their enemy, though you are their sincere well wisher; that they regard their vices as their virtues; that they are not only themselves following but leading their followers on that way which inevitably leads to destruction. Nay, they are doing their best to oppose the reformative efforts of the one who is showing them the way of peace.

*51 "یعنی اُن کے اِس حال پر نہ کڑھو کہ اپنے خیر خواہ کو اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں، اپنی گمراہیوں اور اخلاقی خرابیوں کو اپنی خوبیاں سمجھے بیٹھے ہیں، خود اُس راستے پر جا رہے ہیں اور اپنی ساری قوم کو اس پر لیے جا رہے ہیں جس کا یقینی انجام ہلاکت ہے، اور جو شخص اِنہیں سلامتی کی راہ دکھا رہا ہے اُس کی سعیِ اصلاح کو ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیے ڈالتے ہیں۔

89. And say: "Indeed, I am most certainly a clear warner."	اور کہدو یقیناً میں ہوں بلا شبہ ڈر سنانے والا واضح طور پر۔	وَ قُلۡ اِنِّيۡۤ اَنَا النَّذِيۡرُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۸۹﴾
90. Just as We had sent down on those who divided.	جس طرح نازل کیا ہم نے تقسیم کرنیوالوں پر۔	كَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَى الۡمُقۡتَسِمِيۡنَ ﴿۹۰﴾

91. Those who have made the Quran into pieces. *52	وہ جنھوں نے کر ڈالا قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے ۔ *52	الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾

*52 The schismatic were the Jews for they had split their religion into many parts and caused division in it. They believed in certain parts and rejected the other parts, and detracted some things from it and added others to it. Thus they had been divided into many sectarian groups, which were opposed to one another.

"They have made the Quran (Torah) into pieces" means that they believe in certain parts of it and reject other parts. The same thing has been stated in Surah Al-Baqarah, Ayat 85 like this: Do you then believe in one part of the Scriptures and disbelieve in the other parts.

This warning is like the warning We sent to the schismatic Jews. This is meant to warn the disbelievers that they should learn a lesson from the plight of the Jews who neglected the warning that was given to than by God, and persisted in their wrong ways, as if to say: You are beholding the degradation of the Jews. Do you like to meet with the same end by neglecting this warning?

*52 اس گروہ سے مراد یہود ہیں۔ ان کو مُقْتَسِمِيْن اس معنی میں فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے دین کو تقسیم کر ڈالا، اس کی بعض باتوں کو مانا، اور بعض کو نہ مانا، اور اس میں طرح طرح کی کمی و بیشی کر کے بیسیوں فرقے بنا لیے۔ ان کے "قرآن" سے مراد توراۃ ہے جو ان کو اُسی طرح دی گئی تھی جس طرح اُمتِ محمدیہ کو قرآن دیا گیا ہے۔ اور اس "قرآن" کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے سے مراد وہی فعل ہے جسے سورۂ بقرہ آیت ۸۵ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (کیا تم کتاب اللہ کی بعض باتوں پر ایمان لاتے ہو

اور بعض سے کفر کرتے ہو؟)۔ پھر یہ جو فرمایا کہ یہ تنبیہ جو آج تم کو کی جارہی ہے یہ ویسی ہی تنبیہ ہے جیسی تم سے پہلے یہود کو کی جا چکی ہے، تو اس سے مقصود در اصل یہود کے حال سے عبرت دلانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے خدا کی بھیجی ہوئی تنبیہات سے غفلت برت کر جو انجام دیکھا ہے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب سوچ لو، کیا تم بھی یہی انجام دیکھنا چاہتے ہو؟

92. So, by your Lord, We shall certainly question them all.	سو قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور پوچھ گچھ کریں گے ان سب سے۔	فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۹۲﴾
93. About what they used to do.	جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔	عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾
94. So proclaim that which you are commanded, and withdraw from the idolaters.	پس بے دھڑک سنا دو وہ جس کا تم کو حکم ملا ہے اور اعراض کرو مشرکوں سے۔	فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾
95. Indeed, We will suffice you against those who scoff.	یقیناً ہم کافی ہیں تمہیں ہنسی کرنیوالوں پر۔	اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ﴿۹۵﴾
96. Those who adopt, along with Allah, another god. Then soon they will come to know.	وہ لوگ جو قرار دیتے ہیں اللہ کے ساتھ معبود دوسرا۔ سو عنقریب انکو معلوم ہو جائے گا۔	الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾
97. And indeed, We know that your breast is straitened of what they say.	اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تنگ ہوتا ہے تمہارا سینہ اس سے جو یہ کہتے ہیں۔	وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ﴿۹۷﴾

98. So glorify the praises of your Lord and be of those who prostrate themselves.	تو تسبیح کرو حمد کے ساتھ اپنے رب کی اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں۔	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ ﴿۹۸﴾
99. And worship your Lord until there comes unto you the certainty (death). *53	اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آ جائے تمہارے پاس امر یقینی (موت)۔ *53	وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

*53 That is Salat and worship of your Lord are the only means which can generate in you that power of sustenance which is required to stand resolutely against the troubles and afflictions you will inevitably encounter in the propagation of the message of the truth and reform of humanity. This will comfort you, fill you with courage and enable you to perform that divine mission for which you have been sent in the face of abuse, derision and obstacles.

*53 یعنی تبلیغ حق اور دعوت اصلاح کی کوششوں میں جن تکلیفوں اور مصیبتوں سے تم کو سابقہ پیش آتا ہے، ان کے مقابلے کی طاقت اگر تمہیں مل سکتی ہے تو صرف نماز اور بندگی رب پر استقامت سے مل سکتی ہے ۔ یہی چیز تمہیں تسلی بھی دے گی، تم میں صبر بھی پیدا کرے گی، تمہارا حوصلہ بھی بڑھائے گی، اور تم کو اس قابل بھی بنا دے گی کہ دنیا بھر کی گالیوں اور مذمتوں اور مزاحمتوں کے مقابلے میں اُس خدمت پر ڈٹے رہو جس کی انجام دہی میں تمہارے رب کی رضا ہے۔